

شاہ ولی اللہ اور ان کی تحریک

مولانا عبید اللہ سندھی

مولانا سندھیؒ ۱۹۳۹ء میں دہلی وطن آئے۔ شکستہٴ میرے آپہ نے ماہنامہ ”الفہقان“ بریلوے کے ”شاہ ولی اللہ نمبر“ میں ”امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف“ کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ لکھا۔ اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں مولانا مرحوم نے حزبہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک پر ایک مستقل کتاب مرتبہ کروائی۔ اس کے آخر الذکر کتاب پر بڑا ہنگامہ ہوا اور اس کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا۔ ماہنامہ ”برہان“ دہلیہ بابت مئی ۱۹۶۳ء میں مولانا سندھیؒ نے بڑی تفصیل سے اپنے نقطہ نظر کے دوبارہ وضاحت فرمائی اور بتایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ کی فکر کے اور سیاسی تحریک سے ان کے کیا مقصود ہے ان صفحات میں مولانا مرحوم کا یہ طویل مضمون تھوڑے سے اختصار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے۔ (قاسمی)

ہمارے دوست عام طور پر جانتے ہیں کہ جب سے ہندوستان واپس آئے ہم نے کسی سیاسی جماعت سے پورے اشتراک کا کبھی ارادہ نہیں کیا، بلکہ ایک ایسے فکر کی دعوت دیتے رہے جو ملک کی عام ذہنیت سے جڑت دور ہے، ہمارا دعویٰ ہے کہ جو پارٹی امام ولی اللہ کی فلاسفی پر بنے گی وہی ہماری وطنی ملی ضرورتیں پوری کرے گی، ہمارا یہ فکر اور زمانہ کی وہ فضا کہ اہل علم بھی نہیں جانتے کہ امام ولی اللہ واقعی فلاسفر تھے، یا انہوں نے کوئی ایسا سیاسی تخیل پیدا کیا ہے، جو آج جہور کے ترقی کن طبقہ کے مزاج سے سازگار ہو سکتا ہے۔

آخر میں مفکرین کا ایک خاص حلقہ سنجیدگی سے ادھر متوجہ ہوا، وہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ ہندوستان پر عظم میں اگر ایک ایسی سوسائٹی جو خاص فکر کے پیدا ہوتی ہے اور تئینا سات سو سال کی جدوجہد سے بننے

الحسین محمد علی

۶

جنوری ۲۰۲۰ء

عالمگیر ترقی کا پروگرام بنالیتی ہے کیا اس عظیم الشان جماعت کی تمام ضروریں کسی ایسی نہیں پارٹی کی تکلیف پہنچی ہو سکتی ہیں، جو امام ولی اللہ کے فلسفہ اور سیاست سے اساسی تعلق رکھتی ہو۔

ان کے افکار میں ہلکا سا توجہ پیدا کرنے کے لئے ہم نے پہلے امام ولی اللہ کی حکمت کا اجمالی تعارف کرایا اس کے بعد ان کی سیاست کا۔ ہم امام ولی اللہ کو الہیات میں اور اقتصادیات میں ایک متقل امام فرض کر کے مضامین لکھتے ہیں۔

پہلے رسالہ میں بھی اگرچہ بعض خیالات نے تھے مگر انہیں ناقابل برداشت نہیں سمجھا گیا، البتہ دوسرے رسالہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں مختلف جماعتوں کے لئے مزاحمت کا کافی سامان موجود ہے۔

جس قدر حزب پہلے سے امام ولی اللہ کی طرف منسوب ہیں یا جس قدر جماعتیں ان کی مخالف تحریکوں کو چلاتی ہیں ادا اپنے تفوق کا دعویٰ بھی رکھتی ہیں ان کے افکار سے اس رسالہ میں تعرض نہ کرنا ممکن ہی نہ تھا اس لئے نسبتاً اس پر زیادہ توجہ ہو رہی ہے۔

ہمارے بعض دوستوں نے مشورہ دیا تھا کہ اس سیاسی رسالہ میں بہت سے نئے خیالات ہیں ہم جلدی نہ کریں، اہل علم کو سوچنے کا موقع دیں۔ اس لئے سال بھر ہم خاموش رہے اس عرصہ میں ہم نے ایک نیا رسالہ مرتب کیا ہے جس میں امام ولی اللہ کی تصانیف سے مختلف فوائد بغیر کسی حاشیہ آرائی کے جمع کر دیئے ہیں اس کے شائع ہونے پر اہل علم کے لئے غور کرنے میں آسانی ہوگی، لیکن بعض عزیز دوستوں کا تقاضا ہے کہ ہم اس موضوع پر ایک مقالہ ضرور لکھیں جس سے بعض غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی، اس لئے مناظرہ یا مجادلہ سے بچکر اپنے مطالب کی توضیح کے لئے ہم نے یہ تبصرہ تیار کر دیا ہے، اگر اس طرح ہم بعض دوستوں کے ذہنی انتشار کو کم کر سکتے ہیں تو ہم اسے خدا کا خاص فضل سمجھیں گے، واللہ هو المستعان۔

حکیم الہند امام ولی اللہ دہلوی

چونکہ عقلی اجتماعی اصول پر تاریخ ہند کا مطالعہ کرنے میں ہم کسی مورخ کو امام نہیں مانتے، اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ جس فلسفہ کا ہم تعارف کر لیتے ہیں، اس کی ماہیت، اور جس زمین اور زمانے ہم اسے ربط دیتے ہیں، اس کے متعلق اپنا طرز تفکر صراحتاً بیان کر دیں، تاکہ ہمارا نظریہ سمجھنے میں اصطلاحی اختلاف سے غلط فہمی نہ ہو سکے۔

(الف) جب انسانیت کا ایک حصہ کسی بڑے قطعہ زمین میں لمبی مدت تک مل جل کر رہتا ہے

جنوری ۱۹۵۷ء

۷

الرحیم جید تپاؤ

اور قدرت الہیہ اس کی طبعی ترقی کے ساتھ عقلی اور اخلاقی بلندی کا سامان بھی ہم پہنچاتی ہے یعنی اس میں انبیاء کرام اعداء و لیاء عظیم کے ساتھ اصلع سلاطین اور حکام بھی پیدا ہوتے ہیں۔ یا حکماء اور شعراء کے ساتھ عدالت شعار بادشاہ اور بلند ہمت سپاہی برسر کار آتے ہیں، اس طرح وہ بڑی قوم ترقی کے تہم ملزاج طے کرتی ہے۔ اپنی حکومت کا نظام بناتی ہے، جس سے ظلم کی بیج کئی ہو، شہر بساتی ہے، علم و ہنر پھیلاتی ہے، جس سے رفاہیت عام کا سامان ہم پہنچتا ہے، اس کی ہمسایہ قومیں اس کی رفاقت اور سرپرستی میں اپنی فلاح سمجھتی ہیں، اگر اس کی اجتماعی تاریخ کو انسانیت کے عام پسند عقلی افکار و اخلاق پر مرتب کیا جائے تو اسے حکمت الادیان یا فلسفہ تاریخ کہا جائے گا۔

(ب) ہم ہند کی اسلامی تاریخ کا مطالعہ سبھی تاریخ کے دوسرے ہزار سے شروع کرتے ہیں سنہ ۱۱۹۱ء میں سلطان محمود غزنوی نے ہند کا مشہور قلعہ ”منڈا“ فتح کیا اور لاہور کے ہندو راجہ کے نو مسلم لڑا سے کو اس کا حاکم بنایا جس طرح امیر المومنین فاروق اعظم نے مدائن فتح کر کے سلمان فارسی کو اس کا پہلا حاکم بنایا تھا۔

(ج) ہندو دیانے سندھ کے مغربی کنارہ پر انک کے قسریب واقع ہے، اس سرزمین کے عام باشندے پشتو بولتے ہیں، پشتتان یا پٹھان ہندوکش سے بحر عرب تک، ہند کے شمال مغربی پہاڑوں اور میدانوں میں پھیلے ہوئے ہیں کابل، غزنی، قندھار، پشاور، کوئٹہ اس کے مشہور شہریں چونکہ علمی تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ پشتو بھی کشمیری پنجابی، سندھی کی طرح سنسکرت کی شاخ ہے۔ اس لئے ہم اس قوم کو ہندوستانی اقوام میں شمار کرتے ہیں، اس قوم نے دواہر گنگ دھن میں ایک وسیع خطہ کو اپنا وطن اور دیل کھنڈا بنایا ہے۔

(د) سلطان محمود غزنوی سے شروع کر کے امیر تیمور کے حملہ تک ہم ہندوستانی تاریخ کا پہلا دور مانتے ہیں اور امیر تیمور سے بہادر شاہ تک دوسرا دور، دسٹر دور میں عالمگیر کے بعد تنزل شروع ہوا، عموماً تنزل شروع ہونے کے بعد ہی قوموں کا فلسفہ معین ہوتا ہے، ہمارے امام الائمہ بھی اسی عہد کے امام انقلاب ہیں۔

(الف) کسی عقلی یا مذہبی تحریک کو کسی خطہ زمین کی طرف منسوب کرنے کے لئے فردی ہے کہ اس کام کو اس سرزمین میں ہوا اس لئے ہند کے اسلامی دور میں ہم مسلمانان ہند کی کسی تحریک کو اس وقت

تک ہندوستانیت سے موصوف نہیں بنا سکے، جب تک اس کا مرکز ہند میں پیدا نہ ہو چکا ہو۔

(ب) امیر المومنین عثمانؓ کے زمانہ میں کابل فتح ہوا اور ولید بن عبد الملک کے زمانہ میں سندھ

فتح ہوا مگر اسے ہم خلافت عربیہ کا ایک حصہ مانتے ہیں، یہاں ہندوستانیت کا ذکر نہیں ہو سکتا۔

(ج) سلطان محمود غزنوی نے اسلام کے لئے ہندوستانی مرکز کی بنیاد قائم کر دی۔ وہ اہل لوڑہ

میں اپنا مرکز حکومت منتقل کرنا چاہتے تھے، خلیفۃ المسلمین نے سقوط بغداد سے تھوڑا عرصہ پہلے دہلی

کے حکمران کو سلطانی اختیارات استعمال کرنے کی اجازت دی، گویا خلافت اسلامیہ کے اندر ہندوستانی

مسلمانوں کا اپنا مرکز بن گیا، اس دور کے اخیر تک سلاطین دہلی اسلامی خلافت سے کم و بیش تعلق رکھتے رہے

۳۔ امیر تیمور کے حملہ کے بعد ہندوستانی مرکز بہروٹی تعلق سے آباد ہو گیا، سکندر لودھی نے

غالباً پہلی مستقل حکومت بنائی، اس نے آگرہ بسایا ہندوؤں کو فارسی پڑھا کر دفتروں کے کام میں خیل

بنایا، اس کے بعد شیر شاہ نے مالی انتظام ہندوؤں کے سپرد کیا جسے اکبر نے درجہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔

ہم جلال الدین اکبر کو ہندوستانیت کا موسس نہیں مانتے۔

(الف) اکبر مذہبی عالم نہیں تھا، علماء اس کے ساتھ اخیر تک مشیر رہے، ان کی رہنمائی سے اگر اس نے

خدیجیاں کی ہیں تو ائم علیؑ من اقتادہ ہم تو یہ مانتے ہیں کہ اگر اکبر نہ ہوتا تو عالمگیر جیسا مسلمان بادشاہ

ہند کو نصیب نہ ہوتا، جس کی نظیر دنیا کے شاہی نظام میں نہیں ملتی ہم عالمگیر کی ہی برکت مانتے ہیں کلام

امام ولی اللہ جیسا حکیم جدید میں پیدا ہوا۔

(ب) امام ربانی شیخ احمد سرہندی اکبری دہلی کی اصلاح کرتے رہے، اس میں وہ پورے کامیاب

ہوئے آخر میں چھانچیر ان کا اتباع کرنے لگا جس کا نتیجہ نکلا کہ شاہ جہاں امام ربانی کے پسندیدہ طریقہ

پر حکومت چلاتا رہا، اس کے ہوتے ہوئے ہم جانتے ہیں کہ شاہ جہاں کا دربار انسانیت عامہ کو اسلام

کا مرکز نہیں بنا سکا۔

(ج) ہمارا دعویٰ ہے کہ امام ولی اللہ شاہ جہانی سلطنت سے بہترین نظام کی دعوت دیتے

ہیں گویا جس کام کی ابتدا امام ربانی سے ہوئی اس کی تکمیل اللہ تعالیٰ انجام علی اللہ کی معرفت کرائی۔ اس

طرح ہم امام ولی اللہ کو خاتم الکماء مانتے ہیں۔

(د) امام ولی اللہ نے اپنے مختلف الہامات کا ذکر کیا ہے ہم ان میں سے ایک حصہ کو خاص ترتیب

سے لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(الف) امام ولی اللہ دعویٰ کرتے ہیں کہ خدائے ہمیں ایسی تحریک کا امام بنایا ہے جس کا عنوان ہے "فک کل نظام" (فیوض الحرمین) کیا یہ انقلاب نہیں ہے۔

(ب) امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر ہماری تحریک فوراً کامیاب ہو جاتی تو امام کا خروج اور مسیح کا نزول مناسخ ہو جاتا مگر وہ آجہ آجہ اپنا اثر دکھائے گی (تقیہات) کیا یہ انقلابی پروگرام اس بڑے انقلاب کا قائم مقام نہیں ہے جس کے لئے مسلمانوں کے ساتھ یہود و نصاریٰ بھی صدیوں سے انتظار کر رہے ہیں۔

(ج) امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ہماری اولاد کے پہلے طبقہ میں علم حدیث پھیلے گا اور دوسرے طبقہ میں علم حکمت کی اشاعت ہوگی (تقیہات) کیا امام عبدالعزیز سے حدیث کا شیوہ نہیں ہوا کیا مولانا رفیع الدین کی تکمیل الاذہان اور مولانا محمد اسماعیل شہید کی عبقات نے حکمت کا نیا اسکول نہیں قائم کر دیا۔

(د) امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ ہماری بیٹیوں کی اولاد سے افراد پیدا ہوں گے جو ہمارے بیٹیوں کے بعد ہمارا کام مکہ معظمہ میں بیٹھ کر کریں گے، قول جلی بوالہ اتحاد النبلا) کیا الصدر الحمید مولانا محمد اسحق اور الصدر الحمید مولانا محمد یعقوب اس کا مصداق پیدا نہیں ہوئے۔

(هـ) امام ولی اللہ نے فیوض الحرمین میں خلافت کی دو قسمیں بتائیں، خلافت ظاہرہ خلافت باطنیہ (الف) خلافت باطنیہ میں امام ولی اللہ حکومت کا وہ درجہ شامل مانتے ہیں جو تعلیم اور دعوت کے زور سے پیدا ہوتی ہے، امام ولی اللہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس قسم کی حکومت اسلام نے قرآن عظیم کی دعوت کی تنظیم سے مکہ معظمہ میں پیدا کر لی تھی، اس کا ذکر فتح الرحمن میں سورہ مد کے آخر میں اور فیوض الحرمین میں موجود ہے۔

(ب) امام ولی اللہ خلافت ظاہرہ کے لئے محاربہ ضروری قرار دیتے ہیں، ملک کا خراج بزور وصول کر کے مستحقین کو پہنچانا، مصارف عامہ میں خرچ کرنا اور عدالت کا نظام بزور قائم کر کے مظلومین کی حمایت کرنا اس کی اہم اجزاء ہیں وغیرہ وغیرہ یہ خلافت اسلام کے مدنی امور ہیں پیدا ہوئی۔

(ج) قول جمیل اور فیوض الحرمین ہمارے پڑھنے سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔ امام ولی اللہ اپنے خاندان میں تصوف کا سلسلہ اس لئے قائم کرتے ہیں کہ وہ خلافت باطنیہ کے قیام کا وسیلہ بن جائے۔ مولانا شہید آجب امیر شہید کی فوجی طاقت کا ان کے محاربین سے مقابلہ کرتے ہیں تو امیر شہید کے مہالین کو سپاہی کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ اسی اصطلاح پر منطبق ہو سکتا ہے۔

(د) ہم نے یورپین انقلابی پارٹیوں کے نظام کا کافی مطالعہ کیا ہے۔ اس سے ہمارے دماغ میں سیاسی پروگرام بنانے اور سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے۔ ہم اگر امام ولی اللہ کی خلافت باطنیہ کے فکر کو آج کے سیاست دانوں کے سامنے پیش کریں گے تو اسے انقلابی پارٹی کا نام دیں گے جو عدم تشدد (نان وائیلنس) کی پابند ہو۔

۶۔ امام ولی اللہ نے دعویٰ کیا ہے کہ خدا نے انہیں یوسف علیہ السلام کے قدم پر چلنے کے لئے مقرر کیا ہے۔

(الف) یعنی وہ امت محمدیہ میں وہی کام کریں گے جو یوسف علیہ السلام ملت اسرائیلیہ میں کر چکے ہیں۔

(ب) ہم جانتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے ایک غیر اسرائیلی بادشاہ سے اختیارات حاصل کر کے اولاد یعقوب کی حکومت کا اساس قائم کر دیا تھا۔ اسی یوسفی حکومت کی ایک برکت ہے کہ نبی اکرمؐ کو اپنی حکومت قائم کرنے کے لئے طیارہ کر گئی۔

(ج) ہمارا خیال ہے کہ امام ولی اللہ اپنے زمانہ میں وہی کجاو شاہوں کو کسریٰ اور قیصر کا نمونہ بناتے تھے اس لئے ان کے سارے نظام کو بدلنا اپنا نصب العین بناتے رہے مگر علمی پروگرام فقط داخلی انقلاب سے شروع کیا تھا۔ وہ امراء سلطنت میں اپنا فکری پھیلاؤ نظام سلطنت و دربارت کرنا چاہتے تھے۔

(د) نجیب آباد کا مدرسہ اسی لئے حکمت الامام ولی اللہ کی درس گاہ بن گیا تھا۔ مرہٹوں کی شورش کو وہ احمد شاہ کے ذریعے ختم کر دیتے ہیں۔ جن حفرات نے ہماری طرح امام ولی اللہ کی تحریک کا مطالعہ نہیں کیا جب وہ دیکھتے ہیں کہ امام ولی اللہ سلطانی اختیارات میں تبدیلی کی کوئی کوشش نہیں کرتے تو انہیں امام الانقلاب ماننے میں تامل کرتے ہیں۔

(۴) امام ولی اللہ خیر القرون کو شہادت عثمان تک جو مبعثت سے ۸۴ سال بعد واقع ہوئی تھی

جنوری ۱۹۵۵ء

۱۱

الحرمِ محمدیؐ

کرویتے ہیں (ازالۃ الخفاء)

(الف) اسی زمانہ کو وہ هو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دینہ الحق لیظہرہ علی الدین کلہ کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ ازالۃ الخفاء کے ابتدائی مباحث میں اس آیت کی تفسیر پورے غور سے پڑھنی چاہیے۔ امام ولی اللہ کی حکمت کا یہ مرکزی مسئلہ ہے۔

(ب) امام ولی اللہ اس دور کے علمی و عملی کارنامے مسلمانوں کے مشورہ اور اتفاق سے جاری مانتے ہیں۔ (یہ فکر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتابوں میں بھی ملتا ہے) اسی زمانہ کو وہ نزول قرآن کے مقاصد کا نمونہ مانتے ہیں۔

(ج) امام ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس دور کو انسان کی نیچرل ترقی کا آخری درجہ ثابت کرتے ہیں۔ باب الحاجۃ الی دین شیخ الادیان غور سے پڑھنا چاہیے۔

(د) ہمارا خیال ہے کہ اس دور کی علمی اور عملی تاریخ جس قدر امام ولی اللہ نے ضبط کر دی ہے وہ ہیں کسی مصنف کی کتاب میں نہیں ملتی اسی لئے ہم ولی اللہ کی کتابیں بیت الحکمت میں پڑھانا چاہتے ہیں (ھ) ہم سمجھتے ہیں کہ امام ولی اللہ قرآن عظیم کی اس علمی اور عملی تعلیم کو انسانیت عام کے لئے انٹرنیشنل انقلابی پروگرام مانتے ہیں اس لئے ہم اس دور میں انہیں اپنا امام مانتے ہیں۔

(و) اگر کپٹل کے مصنفین کو انقلاب کا باپ مانا جاتا ہے تو جس حکیم نے خیر القرون کی انقلابی تاریخ کو ہند کی علمی زبان میں عام عقلی اصول کے مطابق بنا کر ضبط کر دیا ہے اسے امام الانقلاب ماننا محض خوش امتقادی پر مبنی نہیں سمجھا جائے گا۔ جب کہ اس نے بوسفت علیہ السلام کی طرح انقلاب کا راستہ بھی صاف کر دیا ہو۔ خطبہ محمودیہ

(۸) امام ولی اللہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہند کے مسلمانوں سے اپنی حکومت قائم کرنے کی طاقت اس وقت افغانہ کی طرف منتقل ہو چکی ہے۔ (خیر کثیر) ہم جانتے ہیں کہ افغانہ بھی ہندوستانی اقوام میں سے ایک قوم ہے۔ جس میں ایرانی ترکی اسرائیلی عربی قبائل مخلوط ہو چکے ہیں۔

(الفص) ہمارا خیال ہے کہ اسی غرض سے امام عبدالعزیز یعنی انقلابی پارٹی کو افغانوں سے ملانا ضروری سمجھتے ہیں۔ امام عبدالعزیز کے آخری کاموں کا مرکز الامیر الشہید اور مولانا عبدالہی اور مولانا محمد اسماعیل کا اجتماع تھا۔ ان کے لئے افغانستان کی ہجرت کا فیصلہ امام عبدالعزیز نے

کیا تھا اگرچہ عل ان کی وفات کے بعد شروع ہوا۔

(ج) ہمیں معلوم ہے کہ مولانا محمد قاسم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر معلوم ہوا تھا کہ افغانوں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

(جھ) مدرسہ دیوبند اور اس کے متحرکین میں مولانا شیخ الہند کا مقام منفی نہیں وہ تحقیراً چالیس برس مدرسہ چلاتے رہے ہیں۔ ہم دعوئے ت کہہ سکتے ہیں کہ دیوبند نے جس قدر طالب علم یوپی میں پیدا کئے اس کے بعد اس نے اپنے طالب علم سب سے زیادہ افغانستان اور اس کے دونوں طرف پاکستان اور ترکستان میں پھیلائے ہیں۔

(ح) مولانا شیخ الہند کی خاص تربیت کا نتیجہ تھا کہ ہم کابل میں سالک حکومت کا اعتماد حاصل کر کے رہ سکے۔ ہمارا خیال ہے کہ جمعیۃ الافغان اور زخارف المعارف میں اگر ہم کام نہ کر چکے ہوتے تو ہمارا کابل جان محض بے کار ہوتا۔ جبکہ معاملہ سبب حضرت شہید الہند کے حکم سے یہیں بغیر پروگرام کے کابل جانا پڑتا ہے۔ پھر حکومت افغانی کے توسط سے ہمیں ہدایات دی جاتی ہیں۔ ہم ہا ہوا ہوا سمجھ سکتے ہیں کہ امام عبدالغفران سے مولانا شیخ الہند تک ہمارے تمام اکابر ایک سلسلہ میں کام کرتے رہے ہیں۔

سراج الہند امام عبدالغفران و دیوبند

امام عبدالغفران بستان المحدثین میں سبط کا تذکرہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضرت شیخنا دقتہ تنافس کلے العلوم والادب وشیخ دلی اللہ خند سے سوا۔ گویا وہ اپنے تمام علمی اجتماعی سیاسی امور میں اپنے والد ماجد کے مقتدی ہیں۔

۱۔ جو انقلاب امام ولی اللہ اپنے زمانہ میں خواص سے ممکن کرنا چاہتے تھے۔ وہ اگر نہیں ہو سکا تو اسی مقصد کو امام عبدالغفران نے اپنے حالات زمانہ کے مطابق عوام سے بخود کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں العین میں کوئی مشرق نہیں آیا۔

۲۔ امام ولی اللہ کے مشہور زمانہ یہ خیال صحیح تھا کہ دہلی کی سلطانی حکومت کو تسلیم کر کے امراء کے ذریعہ سے خیر القرون کے نمونہ کا بروگرام جاری کیا جائے۔ مگر امام عبدالغفران کے زمانہ میں سلطانی حکومت اتنی کم زور ہو چکی تھی کہ داخلی خارجی سارے نظام بدسلنے کے سوا کام نہیں چل سکتا تھا۔ اس لئے انہوں نے ہند کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا۔

(الف) اس کامل انقلاب کے لئے عوام مسلمانوں کو تیار کرنا امام عبد العزیز کا خاص کارنامہ ہے۔ انہوں نے
وام کو سیدھا مخاطب کرنا شروع کیا۔ ہندوستانی زبان میں علوم دینی کا ترجمہ امام عبد العزیز
کے اصحاب کا کام ہے۔

(ب) امام ولی اللہ نے جس قدر تصانیف لکھی تھیں وہ فقط اعلیٰ طبقہ کے کام آتی ہیں۔ ان کے
اطب یا امراء ہیں یا اعلیٰ درجہ کے اہل علم یا کامل المعرفت موفیائے کرام۔ مگر امام عبد العزیز
شف و عقل کی عام فہم چیزیں نقلی علوم کی تفسیر میں استعمال کرتے ہیں۔ گویا اپنے والد کے علوم کو عوام
کی زبان میں لکھتے ہیں۔ تفسیر فتح العزیز کو فتح الرحمن سے اور تحفہ اثنا عشریہ کو ازالۃ الخلف سے ملا کر چھپے
(ج) ہمارا خیال ہے کہ الصدر الشہید مولانا محمد اسمعیل الصدر الحمید مولانا محمد اسحق الصدر الحمید مولانا
محمد یعقوب بلکہ امام اہل العقل مولانا رفیع الدین اور امام اہل النقل مولانا عبد القادر سے اگر کوئی اجتماعی
کام بن پڑا ہے۔ تو اسے امام عبد العزیز کے نام اعمال میں لکھنا چاہیئے۔

(د) الامیر الشہید کے مبالغین سب کے سب ان سے بیعت کرتے ہیں۔ تو امام عبد العزیز کے طریقہ
میں بیعت کرتے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ امام عبد العزیز کے لئے یہی ایک کمال کفایت کرتا ہے کہ ان کی تربیت سے
ہندوستانی مسلمانوں میں سے عوام بھی اپنی سطذت سنبھالنے کے قابل ہو گئے۔

الصدر الشہید مولانا محمد اسمعیل الدہلوی روح الانقلاب
مولانا شہید فرماتے تھے کہ میرا اس سے زیادہ کوئی کمال نہیں کہ میں اپنے دادا کی بات سمجھ کر
اسے اپنے موقع پر بٹھا دیتا ہوں۔

۱۔ (الف) عبادت کے پہلے اشارہ میں شیخ اکبر اور امام ربانی کے مسائل وحدۃ الوجود اور
حدۃ الشہر کا فرق واضح کر کے ہر ایک فکر کے فوائد ضبط کرنے کے بعد امام ولی اللہ کو وہ نوں بزرگوں
سے بلند ثابت کیا ہے۔

(ب) صراط مستقیم میں الامیہ الشہید کے مشکوفات اور ماغولات لکھتے ہیں۔ مگر امام ولی اللہ
ان اصطلاحات سے تطبیق دینے کے بعد گویا وہ ہر ایک امام کو امام دلی اللہ کی میزان پر تولنے کے
بعد قبول کرتے ہیں۔

الرحیم حمدا یلو

۳۳

جنوری ۶۵ء

۲۔ اعلیٰ امام ولی اللہ نے خیر القرون کے علوم تحریر کئے ہیں اور خواص کو پڑھایا اس کے بعد امام عبدالعزیز نے خواص کو تعلیم دیکر انہیں عوام کی تعلیم کا واسطہ بنایا۔ الصدر الشہید نے ہند کی مرکزی سوسائٹی دہلی کو ان علوم سے رنگین بنایا۔

۱۔ (ب) ہمارا خیال ہے کہ اگر الصدر الشہید کے ساتھیوں کی خدمات مقبول نہ ہوتیں تو امام ولی اللہ کے علوم پر دو سو برس بعد بحث کرنا ناممکن ہو جاتا اسی انقلابی روح نے ان علوم کو زندہ کر دیا ہے۔

۳۔ ہمارا خیال ہے کہ الصدر الشہید کو اگر خلافت کبریٰ سونپی جاتی تو اسے فاروق اعظم کی طرح چلاتے امیر شہید نے انہیں خدمت خلق پر اپنے اسوہ حسنہ سے لگایا تو وہ گھوڑوں کے لئے گھاس کھوتے تھے

۴۔ ان کی کتاب تقویۃ الایمان میسر ابتدا بالاسلام کا واسطہ بنی ہے اس لئے وہ میسر مرشد اور امام ہیں امام محمد اسحق دہلوی الصدر الحمید نائب الامیر الشہید

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں مولانا محمد اسحق دہلوی مہاجر رحمۃ اللہ علیہ کے تمام ہندوستان کے علماء محدثین کے استاد و اساتذہ نو اسہ و شاگرد و خلیفہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ)

۱۔ (الف) ایک انقلابی تحریک میں پہلا درجہ ہے سوسائٹی میں انقلاب کے لئے عقلی نظام (فلسفہ) سوچنا اس درجہ کو ہم امام ولی اللہ منحصر مانتے ہیں۔

(ب) اس کے بعد دوسرا درجہ اس کے پر و پیگنڈے کا ہے۔ پر و پیگنڈہ کی کامیابی پر پارٹی کا نظام بنتا ہے جو اپنے ممبروں پر حکومت پیدا کرتا ہے (یعنی خلافت باطن) اس درجہ کو ہم امام عبدالعزیز کا کمال مانتے ہیں۔

(ج) اس کے بعد تیسرا درجہ دوسری پارٹیوں سے مقابلہ کر کے ان کے مقبوضات فتح کرنا ہے۔ اس سے انقلابی حکومت (خلافت ظاہرہ) پیدا ہوتی ہے۔ ہم امام ولی اللہ کی تحریک میں یہ درجہ امیر شہید اور ان کے رفقاء میں محدود کر دیتے ہیں۔

۷۔ پارٹی کا نظام مستقل ہوتا ہے حکومت کبھی بنتی ہے کبھی ٹوٹتی ہے۔ پارٹی کا وجود اس وقت تک سالم مانا جاتا ہے۔ جب تک اس کی اساسی مصلحت قائم کرنے والی جماعت فنا نہیں ہوتی (الف) اس فرقہ کو واضح کرنے کے لئے ہم نے امیر اور امام کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ہم

جنوری ۱۳۶۵ھ

۱۵

المرسیم جیدالہاد

امام عبدالعزیزؒ کے بعد پارٹی کے نظام کا محافظ امام محمد اسحقؒ کو مانتے ہیں۔ اور حکومت میں امیر المومنین السید احمد الشہید ہیں۔ اس معاملہ میں امام محمد اسحقؒ ان کے ایک نائب ہیں۔

(ج) یورپ کی سیاسی پارٹیوں میں نظام کا محافظ ایک بورڈ ہوتا ہے اسے ڈپلن یا انقباض کا نام دیا جاتا ہے۔ اس بورڈ کا حکم پارٹی کے سب ممبروں پر نافذ ہوتا ہے اور حکومت چلانے والے رازکار کا کام ہے۔ اسی انداز پر ہم نے بالاکوٹ میں حکومت کا خاتمہ ایک حد تک مان لیا ہے مگر ہم پارٹی کے نظام کو ہلی میں محفوظ مانتے ہیں۔

(ج) امام محمد اسحقؒ نے مکہ معظمہ ہجرت کر لی۔ بنظاہر وہ اپنے کام سے معطل ہو گئے۔ مگر ایسا نہیں سمجھنا چاہیئے اگر وہ مکہ معظمہ میں ہندوستانی کام جاری نہ رکھتے تو کہیں بہادران کی جاگیر کیوں ضبط رتی اور بکئی سے ایسے ہندوستانی کیوں بھیجے جاتے جو انہیں وہابی ثابت کر کے حجاز سے نکلوانا چاہتے تھے مگر قدرتی اتفاقات سے وہ بچ گئے، اس زمانے کا شیخ الحرم ایک ہندوستانی مہاجر کا بیٹا تھا اور فائدہ شاہ عبدالعزیزؒ کا شاگرد اور مرید ہے۔ اس نے شیخ الحرم کے توسط سے ترکی حکومت نے اپنے گھر میں ایک طرح نظر بند کر دیا، وہ مسجد حرام میں نماز پڑھتے تھے مگر کسی کو پڑھا نہیں سکتے تھے اس قسم کی زندگی ہم کابل میں گزار چکے ہیں، اس لئے ہم مکہ معظمہ میں ان کے ملنے والوں سے بہت کچھ سمجھ سکتے ہیں۔

۳۔ الامیر امداو اللہ جو دیوبندی جماعت کے امام ہیں، امام محمد اسحاقؒ کے خواص اصحاب ہیں سے نئے اس سے پارٹی کے نظام کا تسلسل ہم مولانا شیخ الہندؒ تک ثابت کر سکتے ہیں۔

نصیر العبد مولانا محمد یعقوب الدہلوی

وہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ان کے معاون بن کر کام کرتے رہے ہیں۔ امام محمد اسحقؒ کی وفات دیوبند میں امام عبدالعزیزؒ کی امانت کے محافظ رہے ہیں۔

۱۔ مولانا مظفر حسین ان کے خلیفہ تھے جو مولانا محمد قاسم اور سر سید دونوں کے تسلیم شدہ بزرگ ہیں

(الف) نواب مدین حسن خاں نے روایت حدیث کی اجازت مولانا محمد یعقوب سے حاصل کی ہے۔

(ب) الامیر امداو اللہ نے مولانا محمد قاسم کو مسلوۃ کا احاطہ طریقہ مولانا محمد یعقوب سے تلقین کرایا۔

۲۔ ان کی وفات سے پہلے مدرسہ دیوبند کے بانی ان کی امانت سنبھالنے کے لئے تیار ہو چکے تھے

یاد رہے کہ مولانا مظفہ حسین نے ہی مولانا محمد قاسم کو منبر و عطا پر بٹھلایا تھا۔

امام ولی اللہ کی تحریک کا مستقل مرکز ان کے اتباع کے ہاتھ میں رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک محدود وقت تک ان کی اولاد بھی مرکزیت کی مالک رہی ہے لیکن ان سے اذل و آخر اتباع ہی برسر کار رہے ہیں۔ امام ولی اللہ کی زندگی میں ان کے سب سے بڑے معاون مولانا محمد امین کشمیری اور مولانا محمد عاشق پھلتی تھے، ان کی اولاد میں امام عبدالعزیز سب سے بڑے ہیں اور سب کے استاد امام ولی اللہ کی وفات کے وقت وہ بھی اپنی طالب علمی پوری نہیں کر سکے تھے۔ امام عبدالعزیز نے امام ولی اللہ کے انہیں خلفاء سے اپنی علمی تکمیل کر لی تھی۔

امام عبدالعزیز کے بعد تحریک کا مرکز اگرچہ پھر اتباع میں منتقل ہو گیا مگر اولاد کا دوسرا طبقہ بھی حصہ دار رہا ہے۔ اس طبقہ کے بعد تحریک کی مرکزیت اتباع کے مختلف اجزاء میں تقسیم ہو گئی ہے

الامیر الشہید السید احمد قدس سرہ

امام عبدالعزیز کے بعد اتباع کا جو طبقہ تحریک کے مرکز کا مالک بنا ہے، ان کے امام امیر شہید ہیں، ان کی قوت کشنیہ نے عوام میں انقلابی لہر پیدا کر دی۔ امام عبدالعزیز کے تیار کردہ علماء کو اور عوام کو ایک پردہ گرام کا پابند بنانا امیر شہید کا کمال ہے۔ خدمت خلق اور اتباع سنت کے فطری اوصاف نے انہیں امامت اور امامت کے اعلیٰ رتبہ پر پہنچا دیا تھا۔

۱۔ امیر شہید کے ذاتی اوصاف اور کمالات میں ہم انہیں معصوم مان سکتے ہیں۔ ہماری تفتیش میں کئی صدیوں سے ان کی نظیر نظر نہیں آتی۔

(الف) ہم امام ولی اللہ کے علوم میں نقل عقل کشف کے تطابق کو ماہر الامتیاز مانتے ہیں ان سے متقدم شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے علوم میں عقل اور نقل کا تطابق پایا جاتا ہے، کشف سے وہ تعرض نہیں کرتے۔

(ب) امام ولی اللہ کے بعد اس درجہ کا کامل ہم فقط امام عبدالعزیز کو مانتے ہیں، امام عبدالعزیز کے بعد ان کی مثل ہمیں کوئی نظر نہیں آتا، جس میں تینوں کمالات جمع ہو گئے ہوں۔

(ج) امام عبدالعزیز کے شاگردوں کے پہلے طبقہ میں امام رفیع الدین عقل و نقل کے جامع ہیں اور امام عبدالقادر کشف و نقل کے جامع، دوسرے طبقہ میں امام مولانا محمد اسماعیل شہید عقل و نقل کے

اولیٰ درجہ پر جامع ہیں اور مولانا عبدالحی عقل و نقل کے دوسرے درجہ پر۔

دو، مولانا عبدالحی اور مولانا محمد اسماعیل کے قرآن السعدین کے ساتھ اگر کوئی کشف کا امام بھی مل سکے تو امام ولی اللہ کے وحدانی وجود کی دوسری مثال امام عبدالعزیز کے بعد اس اجتماع میں مل سکے گی۔

۳۔ ہمارے یقین ہے کہ امیر شہید اس قدر سلیم الفطرت تھے کہ ان کی قوت کشفیہ ہمیشہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق رہی ہے، انہیں خلاف سنت کبھی الہام نہیں دیا گیا، انہوں نے کافیہ تک کتابیں پڑھ لی تھیں۔ پھر قرآن عظیم کا ترجمہ اور صحاح کا درس شاہ عبدالقادر سے سنتے رہے اس طرح وہ کشف اور نقل کے جامع بن گئے۔

(الف)، جادۂ قویہ کی حکومت ہند میں پیدا کرنے کا عزم امیر شہید میں فطری تھا۔ اور خدمت خلق ان کا اخلاقی شعار ہے۔ جادۂ قویہ حجۃ اللہ البالغہ اور سوسے پر عمل کرنے کا نام ہے۔

(ب)، امام عبدالعزیزؒ نے الامیر الشہید کے ساتھ الصدر العبد اور الصدر الشہید ان تینوں بزرگوں کے مجموعہ کو اپنا قائم مقام بنا کر اپنے متبعین سے ان کا تعارف کرایا ہے جس سے وہ انقلابی سوسائٹی کا مرکز بن گئے۔ یاد رہے کہ اسی سوسائٹی کے ایک رکن الصدر الحمید کو اپنے ساتھ رکھا جو انقلاب کی مرکزی روح کی محافظت کرے گا۔

(ج)، یوسف زئی کے علاقہ میں پہنچ کر جب امیر شہید امیر المؤمنین مانے گئے اور ہند میں امام ولی اللہ کے اتباع نے اس امارت کو تسلیم کر لیا تو وہ حکومت کے مالک ہو گئے۔

۴۔ حکومت کی مصلحت میں ہماری تحقیق حزب کی آمریت (پارٹی کی ڈکٹیٹر شپ) تو مان سکتی ہے مگر کسی فرد کے ڈکٹیٹر بننے کو ہم قبول نہیں کر سکتے۔ اسے ہم شاد رہم فی الامر کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اس کی تشریح ابو بکر رازی کے احکام القرآن میں ملے گی حجۃ اللہ البالغہ کے بعد اگر کسی کتاب نے ہماری یاسی بصیرت بڑھائی ہے تو وہ یہی کتاب ہے۔

(الف)، ہم اس حکومت کو حکومت موقتہ کہتے ہیں۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ لاہور فتح کر کے یہ حکومت وہلی پہنچتی ہے تو مستقل حکومت کا فیصلہ اس وقت ہو گا یا تو شاہ دہلی اس انقلابی حکومت کے رئیس کو وزیر اعظم مان لیتا اور ان کی پارٹی پارلیمنٹ (مجلس شوریٰ) بن جاتی دوسری صورت میں

محمدی ششہ

۱۸

الرحیم ہمدآباد

یعنی اگر شاہ دہلی اس حکومت کو تسلیم نہ کرتا تو اسے معزول کر کے اس حکومت کا رئیس ملک کا حاکم ہوتا اور اس کی پارٹی اپنا قانون نافذ کرتی۔

(ب) کیا امام عبدالعزیز کا خلیفہ دہلی کو بھول سکتا ہے جس کو وہ حرمین اور قدس اور نجف کے بعد ساری دنیا سے افضل مانتے ہیں۔

(ج) مقامات طریقت جس سے سوانح احمدیہ کا مصنف بھی نقل کرتا ہے۔ ہم نے مکہ معظمہ میں دیکھی ہے اس میں ایک واقعہ مذکور ہے ہمارا جو ریخت سنگھ کے دکیل نے امیر شہید سے پوچھا کہ اگر ہمارا اسلام قبول کر لے تو آپ کی حکومت ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گی، امیر شہید نے جواب دیا کہ ہمارا بادشاہ ہوں گے اور میں اپنی بیٹی ان سے بیاہ دوں گا محض دینی معاملات میں اس وقت تک اس کا نائب رہوں گا جب تک وہ شریعت کا حکم چلاتا دیکھ لیں (اوکا قال) یہ وہ اس کے ہے جس پر ہم امیر شہید کی حکومت کو حکومت موقتہ کہنا جائز سمجھتے ہیں۔

(د) مقالات طریقت میں مذکور ہے کہ امیر شہید کے اصحاب میں سے ایک نواب عالم جو پہلے بھی حاکم لاہور سے مل چکا تھا بالاکوٹ کے معرکہ میں گرفتار ہو کر لاہور آیا حاکم نے اس مجاہد سے پوچھا اب خلیفہ کہاں ہے اس عالم نے جواب دیا میں خلیفہ ہوں۔ ہم امام ولی اللہ کی تحریک کو مسافرت اور جمہوریت کا نمونہ مانتے ہیں اس لئے ہم مسلم اور غیر مسلم سے اس کا تعارف کراتے ہیں۔

۴۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس وقت کی حکومتیں امیر شہید کی تحریک کو ناکام بنانے میں حقارت لیتی رہی ہیں۔

(الف) یہ حکومتیں لاہور سے ساز باز کر کے امیر شہید اور حکومت لاہور کو مصالحت موقوفہ نہیں دیتی تھیں۔

(ب) جن مسلمانوں کو امام ولی اللہ کی تحریک سے مذہبی مخالفت ہے۔ جیسے شیعہ اور جہاں اہل سنت ان کے توسط سے امیر شہید کی جماعت میں انتشار پیدا کرتی ہے۔ اس کی بعض مثالیں ہیں مولانا حمید الدین مرحوم نے بتلائیں۔

(ج) جب سوانح احمدیہ کے مصنف جیسا ذرا کسی اثر سے امیر شہید کی پوزیشن بیان کرنے میں ادا ان کی مقصد کی تعین میں صریح غلط بیانی اختیار کر سکتا ہے تو بعض عرب، ہندوؤں کے ذریعے سے

ہجری سنہ

۱۹

الحرم جمادی

ایا یہ دہیگڑہ کیوں نامکن سمجھا جاتا ہے جس کے اثر سے تحریک اپنے اصلی مرکز سے منقطع ہو جاتے اور
جہور کارندے قبل از وقت بلند ہر داذی کو اپنا مقصد قرار دیں کیا اس طرح دوستی کے لباس میں اسے
ناکام نہیں بنایا جاتا۔

(د) امیر شہید کی تحریک کو جاہل افغانہ کے رہنماؤں سے جس قسم کا نقصان پہنچا ہے اس کے
مطالعہ کے لئے سید جمال الدین افغانی کی تاریخ افغانہ (عربی) اور امیر حبیب اللہ خاں کی لکھوائی ہوئی
تاریخ افغانستان فارسی کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

(۵) الف) آٹھمیں ہم دوبارہ امیر شہید کے متعلق اپنا عقیدہ صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ ہم امیر
شہید کو ایک معصوم امام مان سکتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مولانا شہید انہیں اسی طرح منوانا چاہتے ہیں۔
اب، مگر جس وقت ہم انہیں امارت کی ذمہ داری سپرد کرتے ہیں تو اجتماعی غلطیوں کی مسوولیت
سے انہیں برائیت نہیں کریں گے۔ ورنہ اس نادر مثال سے تحریک کی آئندہ ترقی میں استفادہ نا
مکن ہو جائے گا۔

الامیر ولایت علی صادق پوری کی جماعت صادقہ

جب کوئی امیر میدان جنگ میں شہید ہو جائے تو بقیۃ السیف مجاہدین کے لئے ضروری ہے
کہ اپنا امیر انتخاب کریں۔ معرکہ بالا کوٹ کے بعد اس قسم کی امارت مولانا ولایت علی کے خاندان
میں منحصر ہو گئی۔

۱۔ ہم اس امارت کو ایک مستقل پارٹی مانتے ہیں جو امام ولی اللہ کی تحریک میں پہلی
امارت کی راہ سے پیدا ہوئی۔ اس پارٹی کی غفلت کا ہم اعتراف کرتے ہیں۔ مگر نہ تو ہم کبھی اس
پارٹی کے ممبر بنے اور نہ اس کی دعوت دینا کبھی ہمارا مقصد رہا ہے۔

۲۔ الف) ہم اس پارٹی کے مجاہدین کے ساتھ ان کے مختلف مرکوزوں میں کافی زمانہ تک ملے رہے
ہیں۔ اس پارٹی کے بہت سے راز ہمیں معلوم ہیں مگر وہ ایک امانت ہے ہم اسے افشا نہیں کر سکتے
لیکن اس قدر تصریح میں عیب نہیں کہ ہماری ذہنیت اس اجتماع کا جزو بن کر مطمئن نہیں رہ سکتی
اب، ہمارے دیوبندی رفقاء کو افغانستان میں اور ہمیں وکیل مجاہدین چمرقند کے ساتھ کابل میں
ساتھ مل کر کام کرنے کا تجربہ ہے۔ ہم لوگ ایک دوسرے کے تعاون و تناصر سے کبھی دست کش

چلیں ہوئے۔ لیکن ایک پارٹی کے ممبر سمجھ کر ہمیں کسی نے قبول نہیں کیا۔ نہ حکومت کا بل نے نہ کسی بیرونی سیاسی جماعت نے یہ وہ اساس ہے جس پر ہم دونوں پارٹیوں کا علیحدہ علیحدہ تہارت کرنا ضروری سمجھتے ہیں ورنہ ہم اپنا کام آگے نہیں بڑھا سکتے۔

۳۔ الفتن، نواب صدیق حسن خاں نے جس اربعین کا ذکر کیا ہے وہ ہم نے دیکھی ہے وہ خرافات کا مجموعہ ہے۔ اس میں اس قسم کے الفاظ بھی مرفوعاً موجود ہیں کہ امام مہدی ہند کے شمال مغربی کوہستان سے نکلے گا۔ وہ پنجاب کے کسی غیر معروف مطبع میں چھپی ہے اور خاص لوگوں میں تقسیم ہوتی ہے ہمیں معلوم ہے کہ اس وقت کے امیروں نے اس کی اشاعت ممنوع قرار دے رکھی ہے (ب) غالباً مولانا ولایت علی صاحب نے اپنے رسائل تسعہ میں امیر شہید کو مہدی متوسط قرار دے کر ان کی غیبت کا ذکر کیا ہے۔

ج۔ امیر ولایت علی کے رفیق مولانا عبدالحق کا ترجمہ سلسلۃ العجید میں دیکھنا چاہیئے کیا نواب صاحب ان کی زیدیت یا تشیع سے ناواقف ہیں۔ ہم نے ایک رسالہ دیکھا ہے جو شاہ زمانہ کی دہلی میں چھپا ہے۔ اس میں مولانا محمد اسحق اور سید محمد علی ریسوری کے بعض بیانات بھی موجود ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ امیر شہید نے مولانا عبدالحق کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا تھا۔ وہ رسالہ مکہ معظمہ میں مولانا احمد سعید کے خاندانی کتب خانہ میں موجود ہے اس پر مولانا عبدالحق کی مہر ہے۔

(د) جب سے اس پارٹی میں امام عبدالعزیز کے طریقے سے انکار کا غلو پھیلا ہے عوام میں ایک طبقہ ائمہ فقہاء پر سب دشت گردی کرنے والا بھی پیدا ہو گیا ہے۔ انہی لوگوں کو چھوٹا رافضی کہا جاتا ہے حاشا وکلا اس پارٹی کے کسی محترم رکن کو اس قسم کا الزام نہیں دیا جاسکتا۔ ہم نے سرحدی مراکز میں امیروں کو خفی طریقہ پر نماز پڑھتے دیکھا ہے ہم سے کہا گیا کہ یہ اس خاندان کا متوارث طریقہ ہے۔

الامیر امداد اللہ کی دہلوی جماعت

مولانا اسحق کو ہم ان کے جدا مجد کی تحریک کا ایسا امام مانتے ہیں جن کے متعلق الہامی پیشین گوئی اس خاندان میں متوارث ہے یعنی ہم امام محمد اسحق کو اس تحریک کی علمی اور سیاسی مصلحت کا

معاذ مانتے ہیں۔ اور حکومت کا ایک نائب امیر اس لئے امیر کی شہادت کے بعد وہ ایک امیر بن جائیگا
سیاسیات میں اگر کسی جماعت کا امام محمد اسحق سے تعلق ثابت ہو جائے تو ہم اسے امام
دلی اللہ کی تحریک میں ایک مستقل پارٹی تسلیم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس تفریق
کا باعث ہم بنتے ہیں یا ہمارے مقابل یہ بحث دوسرے درجہ کی مانتے ہیں۔

(ا) الف (الامیر امداد اللہ کا تعلق امام محمد اسحق سے اولاً و آخراً ثابت ہے۔ شروع میں امیر
امداد اللہ مولانا محمد اسحق کے مدرسہ میں طالب علمی کرتے رہے۔ اسی زمانہ میں مولانا محمد اسحق
کے داماد اور خلیفہ مولانا نصیر الدین سے کسب طریقہ کیا۔ یہ وہی مولانا نصیر الدین ہیں جنہیں مجاہدین
نے بالاکوٹ میں پہلا امیر بنایا تھا۔ ان کی جگہ پر آگے چل کر مولانا ولایت علی کا خاندان آیا ہے۔

(ب) امام محمد اسحق جس سال وفات پاتے ہیں۔ اسی سال امیر امداد اللہ حج کے لئے گئے
امام محمد اسحق نے اپنے طریقہ کی خاص ہدایتیں دیکر انہیں ہندو اہلس بھیجا یہی روایت ہے کہ انہیں یہ
پیشین گوئی بھی سنائی کہ ایسا وقت آئے گا جب تم مکہ معظمہ میں ٹھہر کر کام کر دو گے۔

(ج) امیر امداد اللہ شیخ نور محمد جھبھانوی کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ شاہ عبدالرحیم افغانی کے یہ دونوں
حضرت امیر شہید کے نامور خلفاء ہیں سے ہیں۔ شاہ عبدالرحیم توبالاکوٹ میں شہید ہوئے ہیں۔

(د) الامیر امداد اللہ کے رفقاء میں حکیم ضیاء الدین رامپوری ہیں جو مولانا شہید کے خواص اصحاب ہیں
تھے ان کا ذکر سوانح احمدیہ میں موجود ہے۔

۲۔ مولانا مملوک علی دہلی کالج کے مدرس تھے۔ دہلوی تحریک کے اکثر اساتذہ مولانا
مملوک علی کے شاگرد ہیں۔ جس سال مولانا محمد اسحق مکہ معظمہ پہنچے اسی سال وہ حج کو گئے مولانا محمد اسحق
نے سوانح مولانا محمد قاسم میں کسی خاص مقصد کو ملحوظ رکھ کر اس کا اجمالی ذکر کر دیا ہے۔

(الف) مولانا محمد اسحق اور مولانا یعقوب کی جاگیر سے جو روپیہ حاصل ہوتا تھا اس کا انتظام ایک
جماعت کے ہاتھ میں رہا ہے۔ اس میں مولانا مملوک علی اور مولانا مظہر حسین خاص حیثیت رکھتے تھے۔

(ب) مکہ معظمہ سے واپس آ کر الامیر امداد اللہ بھی اسی سوسائٹی میں شامل ہو گئے۔

(ج) یہ سوسائٹی مولانا ولایت علی کی جماعت سے علیحدہ مانی جاتی تھی چنانچہ یہ روایت بھی موجود

ہے کہ جب مولانا ولایت علی سرحد کو گئے تو مومن خاں نے مولانا امداد اللہ سے دیہانت کیا کہ آپ
سے رامپور مہیارن

کی نظر کشنی، میں اجیں کامیابی ہوتی نظر آتی ہے۔ مولانا امداد اللہ نے نفی میں جواب دیا اس پر مومن خاں خٹا ہو گئے۔ مولانا امداد اللہ نے معذرت کی کہ اگر آپ نہ پوچھتے تو ہم کچھ نہ کہتے۔

(د) ان لوگوں کے متبعین کو ہم امام محمد اسحق کی دہلوی پارٹی کہتے ہیں جس کے رہنما الامیر امداد اللہ تھے مولانا شیخ الہند کو دیوبندی جماعت یا مولانا محمد قاسم کے اتباع

سقوط دہلی کے بعد اس دہلوی پارٹی کے افراد منتشر ہو گئے یہاں تک کہ الامیر امداد اللہ مکہ معظمہ پہنچے اور مولانا محمد قاسم بھی نام بدل کر دج کے لئے نکلے مولانا محمد یعقوب کے مکتوبات میں اس سفر کا پورا تذکرہ موجود ہے۔

۱۔ امیر امداد اللہ نے مکہ معظمہ میں فیصلہ کیا کہ امام عبدالعزیز کے مدرسہ کی طرح دہلی سے باہر مدرسہ بنایا جائے اور امام محمد اسحق کے طریقہ پر نئی جماعت تیار کی جائے۔

(الف) مولانا محمد قاسم نے چند سال محنت کر کے دیوبندی مدرسہ بنایا۔

(ب) ہم جہاں تک سمجھ سکے ہیں اس جماعت کے اولین مفسر امیر امداد اللہ اہل ان کے دور میں مولانا محمد قاسم اور مولانا رشید احمد ہیں۔ امیر امداد اللہ کے سوا اس اجتماع کے ربط کو زیادہ مضبوط کرنے والے مولانا ملوک علی اور مولانا عبدالغنی بھی ہیں۔

ج۔ اس جماعت کے امتیازی اوصاف میں ہم وصدة الوجود، حنفی فقہ کا التزام، ترکی خلافت سے اتصال، تین اصول معین کر سکتے ہیں جو اس جماعت کو امیر ولایت علی کی جماعت سے جدا کر دیتے ہیں۔

۲۔ مدرسہ دیوبند کی سالانہ روٹنڈو مسلسل ملتی ہے۔ مولانا محمود حسن کی طالب علمی اور پھر مدرسہ پھر صدارت اور اپنے مشائخ ثلاثہ کی خلافت، پھر شیخ الہند بننے کے واقعات مشہور و معروف ہیں۔

دیوبند کے ایک نو مسلم طالب علم کا مولانا شیخ الہند سے تعلق

۱۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت مولانا شیخ الہند سے اپنا تعلق واضح کر دوں۔ غالباً پچاس برس سے زیادہ عرصہ گزرا کہ میں نے تو فیقہ تعالیٰ مدرسہ دیوبند کی طالب علمی سے فارغ ہو کر امام ولی اللہ کی حکمت دیباست کے تدربیحی مطالعہ کو اپنا مقصد حیات بنایا۔ یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس سارے سفر میں میری رہنمائی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کے ارشاد سے ہوتی رہی۔

(الف) اس سفر کی پہلی منزل ہم نے سات سال میں طے کی ہے۔ میرا یہ وقت سندھ میں گزرا۔

الحکیم حیدر آباد

۲۳

جنوری ۱۹۶۵ء

مولانا محمد قاسم کے نظریات سے شروع کر کے مولانا محمد اسماعیل شہید مولانا رفیع الدین امام عبدالعزیز کے توسط سے امام الامامہ امام ولی اللہ کی حجت اللہ البالغہ تک ہم پہنچ گئے۔

(ب) ہمارے دل میں اس کتاب کے مطالب کا آہستہ آہستہ یقین اور پھر یقین میں رسوخ پیدا ہوتا رہا اس سے ہم کتاب و سنت کو اطمینان سے سمجھنے کے قابل ہو گئے۔ طالب علموں کی کئی جماعتوں کو ہم نے حجت اللہ پڑھائی اس کے بعد ہمیں موقع ملا کہ حضرت شیخ الہند سے اس کتاب کے بعض اباق سنے اسی زمانہ میں میں نے مولانا محمد قاسم کا رسالہ حجت الاسلام مولانا شیخ الہند سے سبقاً سبقاً پڑھا۔

ج۔ اس میں مبالغہ نہ سمجھا جائے کہ ہمیں حضرت شیخ الہند کے علمی مقام کی حقیقت اس کے بعد کسی قدر نظر آنے لگی۔ وہ بظاہر تو قاسمی سیرت کے نمونہ تھے۔ مگر باطن میں امام ولی اللہ کی حکمت کے متجربہ تر جان نظر آنے لگے۔ دیکھئے شیخ الہند اپنے موضح فرقان کے مقدمہ میں امام ولی اللہ کا نام کس کس مزے سے لیتے ہیں۔

حجت اللہ علی العالمین شاہ ولی اللہ قدس سرہ۔

۲۔ حجت اللہ البالغہ کے اصول سمجھنے میں ہمارے لئے مولانا محمد قاسم کی کتابیں بہت مفید ثابت ہوئیں۔ ہم نے بچپن میں اسکول میں تعلیم پائی۔ ہماری ذہنیت ریاضی سے بہت مناسبت رکھتی تھی۔ آریہ سماج اور عیسائیوں کے مقابلہ میں مولانا محمد قاسم جو کچھ لکھتے ہیں۔ اور شیعہ کے شبہات کا جس طرح ازالہ کرتے ہیں۔ اسے میں خوب سمجھا۔ اس نے میرے ذہن کو عام اہل علم سے علیحدہ ہو کر عقلی مسائل کو محض مولانا محمد قاسم کے طریقہ پر سوچنے کے لئے طیار کر دیا۔

الف۔ مولانا محمد قاسم محدود مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ اور مجھے قرآن عظیم اور صحاح کی ہر ہر حدیث کو اسی طرح سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح میری پیاس مجھے امام ولی اللہ کے اتباع سے مانوس بناتی رہی۔ آہستہ آہستہ ان کے مخالف علماء کے نظریات سے انکار بھی پیدا ہونے لگا۔

(ب) مولانا محمد قاسم کے نظریات میں رسوخ کا پہلا فائدہ ہمیں یہ ملا کہ حجت اللہ البالغہ کے اصول سمجھنے سیکھنے میں ہم نے (۱) سر سید اور ان کے رفقاء کی تحریریں، (۲) مولانا محمد حسین ہٹاوی اور ان کی جماعت کی کتابیں، (۳) قادیانی تحریک کی تالیفات اپنے سامنے رکھیں۔ اس طرح اپنے دل و بندے و فقہاء کی طرح اپنے خاص فرقے کے معلومات میں محدود نہیں رہے۔

الرحیم حیدر آباد

۲۴

جنوری ۱۹۵۸ء

جز۔ ہماری تحقیق میں شکلیں کی یہ جماعتیں دیوبندی اکابر کے سوا امام ولی اللہ کے تمام اصولی تعلیم نہیں کرتیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم دیوبندی جماعت (اتباع مولانا محمد قاسم) کی حکمت اور سیاست کو امام ولی اللہ کی حکمت و سیاست کا مقدمہ بناتے ہیں۔

(د) جس قدر عرصہ ہم ہند میں علمی کام کرتے رہے دارالمرشاد (سندھ) جمعیت الانصار (دیوبند) نظارۃ المعارف دہلی میں ہمارا مرکزی فکر جمعۃ اللہ البالغہ ہی رہی۔ اس کے بعد میر دینی سیاحت کے مختلف مقامات کابل، ماسکو، انقرہ، روم، لوزان میں بھی ہم نے جمعۃ اللہ البالغہ کے عقلی اصول سے باہر جانا پسند نہیں کیا۔

(ھ) مکہ معظمہ میں بیٹھکر ہم نے اپنا پروگرام بنالیا کہ ان تبدیل شدہ حالات میں ہم کس طرح اپنے مسلک پر قائم رہ سکتے ہیں۔ یورپین فلاسفی اور ہندو فلاسفی کے ماہرین سے ہم ولی اللہ فلاسفی کا کس طرح تعارف کرا سکتے ہیں۔ ہم اس راستہ پر گرتے پڑتے قدم بڑھا رہے ہیں۔ اور اپنی ہر ایک غلطی کی اصلاح کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہیں۔ لیکن امام ولی اللہ کی حکمت و سیاست کی جو انقلابی روح ہماری سمجھ میں آچکی ہے اس میں ایک ذرہ کافرق بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

(واللہ هو المستعان وَاخِرُ دَعْوَانَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ)

..... مولانا سندھی کا مطالعہ ہنایت وسیع اور فکر مدد دہرہ عمیق تھا۔ نہ جانے وہ کہاں کہاں سے دانہ دانہ چن کر لاتے تھے اور ان سے ایک خرمن بناتے تھے۔ جتنا بولتے تھے، اس سے کہیں زیادہ ان کے دماغ اور فطرت میں ہوتا تھا۔ یہ محض خوش اعتقادی نہیں، میرے ساتھ ایک جماعت کا مشاہدہ ہے اسی بنا پر بہت کچھ لکھنے کے باوجود مولانا کے افکار کے ابھی بہت سے گوشے اور پہلو ہیں، جو صرف و بیان سے آشنا نہیں ہو سکتے۔

گماں مبر کہ بیاباں رسید کارِ رفاں

ہزار بادہ ناخوردہ در رگ تاکست

(مولانا سید احمد ایم اے اکبر آبادی از مولانا سندھی اور ان کے ناقد)